

چہل مسئلہ

حضرات بریلویہ ہدایہ اللہ علیہا

مُصَنَّف

مولانا الحاج محمد کریم بخش صاحب مرحوم ایم اے

سابق پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور

مکتبہ تصنیف دار

نزد مدرسۃ العلوم، گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تہذیب

بندہ عبد العزیز (ابو یونس) دُعا جو دہلوی عرض کرتا ہے کہ یہ مختصر سارسالہ بنام ”چہل مسئلہ حضرات بریلویہ“ (ہدایہ اللہ تعالیٰ) ہے جن کو ایک محقق عالم لاہور نے جناب مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی المولود ۱۲۸۵ھ والمتوفی ۱۳۴۵ھ (جن کو حضرات بریلویہ اپنے زعم میں حضور پر نور، اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، عظیم البرکت، مجدد دین و ملت، حاجی بدعت، حامی سنت، مجدد مائتہ حاضر، قبلہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے القاب سے موسوم کرتے ہیں) کی تصانیف سے منتخب کیا ہے۔ کیونکہ یہ بریلوی صاحبان اہل حق بزرگوں کو وہابی کا لقب دے کر دن رات انہیں برا بھلا کہتے رہتے ہیں اور ان کو (معاذ اللہ) خدا اور رسولؐ کا دشمن جانتے ہیں لہٰذا کسی مصلحت سے وہ عالم صاحب اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ اور ویسے اس کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں، کیونکہ غرض اظہارِ حق ہے۔ ۱۲

اس لئے ضروری تھا کہ ان بریلوی صاحبان کے امام مذکور کی اپنی تحریرات سے ان کے عقائد، اعمال، خیالات وغیرہ کا اظہار کیا جائے۔ سرِ دست یہ چند مسائل طشت از بام کئے جاتے ہیں۔ جن لوگوں کو کسی حوالہ کتاب کے متعلق کوئی شبہ واقع ہو وہ اصل کتاب دیکھ کر تسلی کر سکتے ہیں۔

بندہ نے یہ معلومات محض افادۂ اہل اسلام کے لئے طبع کرائے ہیں۔ اگر کسی حوالہ کتاب کے متعلق کوئی صاحب خط و کتابت کرنا چاہیں تو میرے پتہ پر بخوشی کر سکتے ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مختصر رسالہ کو ہر طالبِ صادق کے لئے مفید و بابرکت کرے۔ (إِنْ أُرِيدُ إِلَّا إِلَهٌ مُّسْلِحٌ مَا اسْتَطَعْتُ) (پہ - آیت ۱۲)

والسلام

صفر المنظر ۱۳۵۸ھ

راقم: عبدالعزیز (ابو یونس) دُعا جو

صدر مارکیٹ، دہلی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

اَمَّا بَعْدُ ! آج سے تقریباً اٹھائیس سال پہلے عالم محقق حضرت مولانا الحاج محمد کریم بخش صاحب مظفر گڑھی (المتوفی ۱۳۶۵ھ) فاضل دیوبند اور ایم اے پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور نے قائد جماعت بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کی متعدد کتابوں سے ٹھوس حوالے یک جا کر کے "چہل مسئلہ حضرات بریلویہ کے نام سے ایک کتابچہ مرتب کیا تھا۔ چونکہ انگریزی دور تھا اور موصوف گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر تھے، اس لئے کسی مصلحت کی بنا پر اپنا نام ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ویسے ہی حضرت مولانا مرحوم بڑے تخلیق پسند اور صوفی مزاج تھے، نام و شہرت کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے اس لئے یہ کتابچہ اُس وقت حضرت مولانا الحاج شاہ عبد العزیز صاحب دُعا جو دہلوی (المتوفی ۱۱ رذوالحجہ ۱۳۸۸ھ، ۲۸ فروری ۱۹۶۹ء) درٹنڈ و آدم خان سندھ) خلیفہ اجل پر کامل سند العلماء حضرت مولانا شاہ محمد یسین صاحب گینوی (المتوفی ۱۳۶۶ھ) جو قطیف وقت عالم ربانی حضرت مولانا رشید احمد

صاحب لکھنوی (المتوفی ۱۲۲۳ھ) کے خلیفہ تھے، کے استقام اور سعی سے تھمی پریس لاہور سے طبع ہوا تھا۔ پھر یہ کچھ ایسا نایاب ہوا کہ اس کا دستیاب ہونا مشکل تھا۔ بڑی محنت اور وقت سے ذاتی کتابوں میں تلاش کے بعد ایک نسخہ ہاتھ آیا، جس کو طباعت کے بعد ہیریٹارین کرام کیا جا رہا ہے، چونکہ حضرت مولانا محمد کریم بخش صاحب بڑے محقق، نکتہ رس، دیانت دار اور خدا خوف بزرگ تھے، اسی لئے ہم نے انہی کے حوالوں پر اقتصار کی ہے اور اصل کتابوں کی طرف مراجعت کرنے کی نہ تو ضرورت سمجھی ہے اور نہ ہی وقت مل سکا ہے۔ کتابچہ جوں کا توں ہم نے نقل کر کر طبع کرا دیا ہے۔ ہاں ضمیمہ بڑھا دیا گیا ہے ممکن ہے کسی صاحب کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ۔

احقر: ابوالزاہد محمد سرفراز

خطیب جامع گھڑوہ مدرسہ مدرسۃ العلوم گوجرانوالہ

۱۱ جنوری ۱۹۶۶ء

۲۹ رمضان ۱۳۸۶ھ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

چہل مسئلہ حضرات بریلویہ

هَذَا هُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی

۱۔ متعلقہ توحید باری تعالیٰ

① اور اگر کچھ کہ اللہ پھر رسول خالق السموات والارض ہیں
اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہاں ہیں تو شرک نہ ہوگا۔
(الامن والعلیٰ ص ۱۵۸ وطبع نوری کتب خانہ لاہور ص ۲۱۹)

فائدہ : دیکھو کس قسم کی فضول توحید ہے کہ صفتِ خالقیت و رازقیت
میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ شریک کر دیا۔

۱۔ مولف "دیوبندی حقائق" نے یہ لکھا ہے کہ یہ جملہ استفہامیہ ہے اور مولف چہل مسئلہ
کی سخت نادانی، جہالت اور بددیانتی ہے کہ وہ اس جملہ کو خبر یہ بنا کر مولوی احمد رضا خان
صاحب کو کوستا ہے اور پھر اپنی عادتِ مآؤفہ سے مجبور ہو کر مولف دیوبندی حقائق دل
کی بھڑاس یوں نکالتا ہے دیوبندی و باطنی ملاؤں کی جہالت، نادانی (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اس سے تو کفارِ کلمہ بھی اچھے ہوتے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صفاتِ خلق میں کسی کو شریک نہ سمجھتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) خیانت و بددیانتی اور افتراء و کذب بیانی ۱۲۔

الجواب : مسائل غصے اور نفاطی سے حل نہیں ہوا کرتے، ٹھوس حوالوں اور دلائل سے حل ہوتے ہیں۔ "الامین والعلیٰ" کی عبارت کے سیاق و سباق سے یہ بات نو واضح اور ظاہر ہو جاتی ہے کہ واقعی یہ جملہ استفہامیہ ہے اور مؤلف چہل مسئلہ کی یہ چونک ہے کہ وہ اس جملہ کو خبریہ سمجھے ہیں لیکن اس میں سببِ بندہ اور وہابی ملاؤں پر برسنے اور دانت پیسنے کی کیا وجہ؟ لیکن بایں ہمدان صاحب بریلوی پر ایک اعتراض بدستور باقی ہے۔ وہ یوں کہ اُن کی عبارت کے مفہوم اور اسلوبِ کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ اللہ پھر رسول اپنی عطائی قدرت سے رازقِ جہاں ہیں تو شرک نہ ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے ذاتی قدرت کی قید لگائی ہے۔

اس سے ایک خرابی تو یہ لازم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے معاذ اللہ عطائی قدرت ثابت ہو۔ اور قطع نظر اس شق کے، ان کی عبارت کے اسلوبِ کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطائی قدرت سے رازقِ جہاں کہا جائے تو شرک نہیں ہوگا حالانکہ دیگر صفاتِ خداوندی کی طرح رازقِ ہونے کی صفت بھی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ نہ تو یہ یا کوئی اور صفت اُس نے کسی کو عطا کی ہے اور نہ کوئی اور رازقِ جہاں ہے۔ ذاتی اور عطائی کی قید اور پیوند سے اس کی صفات کی تقسیم نہیں کی جاسکتی، اور یہ تو مشرکین کلمہ کا بھی عقیدہ نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور رازقِ جہاں ہے۔ باقی عالم اسباب کے تحت ماں باپ کا اولاد کے لئے، آقا کا غلاموں کیلئے (بقیہ صفحہ آئندہ)

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَكِنَّ مَأَلَتْهُمْ مِّنْ
خَلَقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَيَقُولُنَّ
اللَّهُ - (پلک آیت ۱۲) دیں گے، اللہ نے۔

نیز سورہ یونس (پلک ۹) میں موجود ہے قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ، تو کفار و مشرکین بھی رازق ہونے میں کسی کو
شریک نہ کرتے تھے، اور یہ نام کا مجدد صرف دوسروں کا خالق و رازق ہونا ہی نہیں مانتا
بلکہ ان کو اس بات کی ذاتی قدرت بھی دیتا ہے۔

اور ایسے اُمّت کو نفیر (حق و رزق) میں "اللہ و رسول" یا "اللہ پھر رسول" میں
فرق کرنا جہالت کی دلیل ہے کیا داؤد عاطف سے تو دوسرے کا خالق و رازق ہونا
ثابت نہیں ہوگا اور ثَمّ (پھر) کے لانے سے ثابت ہو جائے گا۔ یعنی پہلے مالک
حقیقی عزّ اسمہ نے اشیاء کو پیدا کیا، اور پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کچی کچی
کو دوسروں کے ذریعہ سے پورا کر دیا۔

(۲) بے شک میرے رب نے میری اُمت کے بارے میں مجھ سے

البتہ حاشیہ صفحہ گذشتہ حکومت کا اپنی رعایا کے لئے رزق مہیا کرنا محل نزاع سے خارج ہے۔
کیونکہ یہ سب کچھ عالم اسباب کے تحت ہوتا ہے نہ کہ مافوق الاسباب، اور ایسے ہی موقع
کے لئے وَاللَّهُ مُخَيِّرُ الرَّاغِبِينَ ط جمع کا صیغہ مجازی طور پر اختیار کیا گیا ہے، لیکن ان
میں کوئی بھی رازق جہاں نہیں ہے، گو عطائی طور پر ہی کیوں نہ ہو۔

مشورہ طلب فرمایا۔ (کتاب بالامۃ)

فائدہ : اس نام کے مجذونے یہاں اللہ تعالیٰ کی توحید کو مٹاتے ہوئے بتایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھا ہے کہ حضور نے معاذ اللہ یہ حدیث
میں فرمایا ہے، اور دو اماموں (امام احمد، امام ابن عساکر) کی طرف اس حدیث کی
تخریج کو منسوب کر کے ابن خلیفہ صہبانی کو اس کا راوی بتلایا ہے۔ حالانکہ اس
نام کا کوئی صحابی نہیں۔ ہاں ممکن ہے کہ طباعت کی غلطی ہو اور عن حذیفہ ہو
ابن مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۲-۳۸۳ میں اس صحابی کی بے شمار روایتیں موجود ہیں مگر
ایسی جھوٹی روایت کا نام و نشان نہ ملے۔ اور بھلا فطرتِ سلیمہ اور صریح توحید باری
کے خلاف ایسی روایت کہاں ہو سکتی ہے۔ واضح ہو کہ اس جھوٹی روایت میں
حق تعالیٰ کا تین بار مشورہ کرنا لکھ دیا ہے، اور اہل عقل خوب جانتے ہیں کہ کسی کا
دوسرے سے مشورہ لینا احتیاج و عاجزی پر دلالت کرتا ہے، اور یہ امر باری تعالیٰ

سے مولف "دیوبندی خالق" نے اس پر بھی گرفت کی ہے اور لکھا ہے کہ، حالانکہ یہ حدیث
پاک نہ صرف مسند امام احمد ج ۵ بلکہ کنز العمال ج ۶ اور خصائص الکبریٰ جلد دوم وغیرہما
متعدد کتب معتبرہ میں پوری آب و تاب کے ساتھ مذکور ہے (ص ۱۲)۔ پھر آگے بخش میں
اگر لکھتے ہیں کہ، اگر اسی کا نام تحقیق ہے تو جہالت و حماقت کس چیز کا نام ہے؟ تعجب ہے
کہ ایسے جہلاء، علماء بن کر خلقِ خدا کو دھوکہ دیتے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ
جیسی پیکرِ علم و فضل شخصیت پر کھینچا چھالتے ہیں (ص ۱۲ و ۱۳)۔ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

کی شان میں کسی طرح متصور ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو دوسروں سے مشورہ لینے کا ارشادِ احکم الحاکمین ہے۔ قَالَ عَنَّا اِسْمَاعِيلُ، وَشَاوِدُهُمْ فِي الْاَمْرِ (پ ۲-۸) یعنی آپ ان سے مشورہ لیتے رہا کیجئے۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نظیر محال بالذات ہے، تحت قدرت ہی نہیں، ہو ہی نہیں سکتا (ملفوظات ج ۵ ص ۵۹ جلد سوم)۔
فائدہ : دیکھو کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق کی قدرتِ قول کو کیسا محدود کیا ہے کہ ایک تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) الجواب : مؤلف مذکور کو غصہ متھوک دینا چاہیے، اور بلا وجہ جوش کو خیر باد کہنا چاہیے۔ ان پر لازم ہے کہ وہ اندر سے مہربانی مسند امام احمد ج ۵ اور کنز العمال ج ۶ اور خلاص الکبریٰ جلد دوم وغیرہا متفقہ کتب معتبرہ سے اس روایت کے باحوالہ صفحات الفاظ نقل کریں، پھر اس کی سند بتلائیں۔ پھر روایت کی کتب اسماء الرجال سے باحوالہ توثیق نقل کریں اور ساتھ ہی سند کا اتصال ثبات کریں اور کم از کم دو معتبر مستند محدثین کرام سے باحوالہ اس روایت کی تصحیح نقل کریں۔ جب تک یہ نہ ہوگا حدیث کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور جن کتابوں کا انہوں نے نام لیا ہے اہل علم جانتے ہیں کہ ان کتابوں میں اگرچہ صحیح حدیثیں بھی موجود ہیں لیکن ان کے ساتھ ساتھ ان میں موضوع اور جعلی حدیثوں کی بھی بھرمار ہے اور عقائد و اصول میں تو خبر واحد صحیح کا پیش کرنا بھی محض ہرزہ بانی ہے، پھر بے سند اور بے ثبوت روایات کے پیش کرنے کا کیا معنی؟

محال بالذات مانا، اور اس کی تشریح و توضیح کے لئے دو اور جُملے لکھ دیئے۔ حالانکہ
 کچھ کچھ بھی جانتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ وَاقِدٌ۔ اور پھر امکانِ نظیر
 کے تسلیم کرنے میں کون سے عدل و انصاف کا خلاف لازم آتا ہے۔ ہاں یہ دلائل
 قطعیہ سے ثابت ہے کہ وقوعِ نظیر نہیں ہوگا۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ کرنے اور کر سکنے
 میں بڑا فرق ہے۔ واضح ہو کہ قرآن مجید میں تو اس مضمون کی کئی آیات موجود ہیں
 منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي
 اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ
 بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا اِلَّا رَحْمَةً
 مِنْ سَرِّكَ اِنْ فَضَّلَهُ كَانَ
 عَلَيْكَ كَثِيْرًا ○ (پ ۱۵، ۱۰)

اور اگر ہم چاہیں تب چند آپ پر جو بھی ہے
 سب سلب کر لیں، پھر اس کے واپس لائے
 کیلئے آپ کو ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ ملے
 مگر (یہ) آپ کے رب کی رحمت ہے (کہ ایسا نہیں
 کیا) بیشک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی سے جس
 پر نبوت کا دار و مدار ہے) محروم کرنے پر قادر ہے، مگر وقوعاً ایسا نہیں ہوا۔

۴) مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ سورۃ فاتحہ و
 سورۃ اخلاص میں خدا ہی کی تعریف ہے یا رسول اللہ کی بھی بیّنوا و توجروا۔
 الجواب : سورۃ فاتحہ میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح

مذہب ہے۔

آگے چل کر لکھا ہے :

”شیخ محقق نے اخبار الاخبار میں بعض اولیاء کی ایک تفسیر بتائی جس میں انہوں نے ہر آیت کو نعت کر دیا ہے۔ اس میں سورۃ اخلاص بھی داخل ہے“
(احکام شریعت ص ۹۲ حصہ دوم)۔

فائدہ : دیکھا کیسا سوال تھا اور کیسا جواب۔ جاہل سے جاہل بھی جانتا ہے

کہ سورۃ فاتحہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ”صترح مدح“ کہیں بھی نہیں، ہاں صراطِ مستقیم کی تفسیر میں اتباعِ نبوی بھی داخل ہے۔ مگر اس کو صترح مدح نہیں کہا جاتا جیسے کہ نام کے مجرّد نے کہا ہے، جو صراحت و اشارہ میں بھی تمیز نہیں کر سکتا۔ باقی رہا کسی دلی کا سارے قرآن پاک کو نعتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ڈھالنا اور توحیدِ باری تعالیٰ و دیگر احکامِ اسلام کو بالکل اڑا دینا ہمارے لئے حجت نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ وہ بزرگ مغلوبِ الحال اور صاحبِ سکہ و استغراق ہوں گے مگر اُن کا یہ فعل کسی دوسرے کے لئے قابلِ تقلید نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی پیروی حرام ہے اور اس فعلِ حرام کی تائید کرنے والا بڑا مجرم ہے۔

⑤ (الف) عرض : حضور، اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر

ہونے کی قوت رکھتے ہیں ؟

ارشاد : اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار

جگہ کی دعوت قبل کر سکتے ہیں۔ (ملفوظات ص ۱۱۵ حصہ اول)

فائدہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائی اختیارات دینے کے بعد اب یہ نام کا مجدد دیگر لوگوں کو بھی علم و قدرت میں حق تعالیٰ کا شریک ماننا ہے چنانچہ اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ ایک ایک ولی ہزاروں جگہ حاضر ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ چاہیں گے جملہ سے بتا دیا کہ کرامت ان کا اختیاری و ذاتی فعل ہے۔

واضح ہو کہ دس ہزار جگہوں سے یا تو یہ مراد ہو سکتی ہے کہ یا تو ایک ایک شہر میں ایک ایک جگہ موجود ہوتے ہیں، اور یا ایک ایک شہر میں دس ہزار جگہ ایک ہی وقت میں حاضر ہو جاتے ہیں۔

لطیفہ : سوال میں تو مطلق حاضر ہونے کا ذکر تھا لیکن جواب میں دعوت قبول کرنے کا ذکر ہے۔ دیکھا کہ کس طرح کھانے پینے کا فکر ہے۔ اور حیات و معدمات میں ضیافتیں اڑانے کا خیال دامن گیر ہے۔

تنبیہ : اسی مقام پر (صلی اللہ علیہ وسلم) اس نام کے مجدد نے صفتِ علم غیب اور ہر وقت حاضر و ناظر ہونے کا مصداق ایک کافر کو بھی ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا“ پھر یہاں سے استدلال کیا کہ پھر ولی کیوں اتنی جگہ موجود نہیں ہو سکتا۔ دیکھا کہ کافروں کو بھی عالم الغیب حاضر و ناظر مان لیا گیا۔ بھلا جب اس صفت میں کافر و مومن شریک ہو سکتے ہیں تو پھر اس پر فخر کرنا اور اس کو کمال سمجھنا چہ معنی دارد۔

واضح ہو کہ کرشن (کرشن) کافر کے حاضر و ناظر ہونے اور بیک وقت کئی جگہ

موجود ہونے کا ذکر اس مجدد کی دوسری کتاب احکام شریعت ص ۱۱۸ حصہ دوم میں بھی موجود ہے۔

(ب) اب آگے ادلیا کے حاضر و ناظر ہونے کی آخری حد دیکھتے کہ معاملہ کہاں کہاں تک پہنچ گیا۔

ملفوظات ص ۴۹ حصہ دوم میں مذکور ہے۔ "انہی سیدی احمد سبھاسی کے دو بیویاں تھیں سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری سے ہم بستری کی، یہ نہیں چاہیے۔ عرض کیا۔ حضور وہ اس وقت سوتی تھی۔ فرمایا۔ سوتی نہ تھی، سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا۔ حضور کو کس طرح علم ہوا؟ فرمایا۔ جہاں وہ سو رہی تھی، کوئی اور پلنگ بھی تھا۔ عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا۔ فرمایا۔ اُس پر نہیں تھا۔ تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں برآں ساتھ ہے۔"

فائدہ: یہ روایت لکھتے ہوئے شرم آتی ہے مگر کیا کیا جائے سخت مجبوری ہے۔ دیکھا کہ ان بریلویوں کے علم غیب کی انتہا کیا ہے۔ مرید کی ہم بستری کے وقت ان کے پیر و مرشد حاضر ہوتے ہیں اور سب واقعہ دیکھتے رہتے ہیں۔ فرشتوں کو اس قدر شرم ہو کہ وہ اس خاص وقت استراحت میں انسان سے جدا ہو جائیں، جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے (مشکوٰۃ کتاب النکاح بحوالہ ترمذی) مگر یہ لوگ ایسے ہوں کہ ان کو ذرا بھی شرم نہ آئے بلکہ اپنے اس کمال کو بیان کریں۔ شرم، شرم، شرم

(۶) ملفوظات مدنی: جلد اول میں حضرت جنید بغدادیؒ کے وجد کے بارے
 بغیر کشتی کے گزرنے کا قصہ ہے۔ جنہوں نے ایک دوسرے شخص کو بجائے ”یا اللہ“ کے
 ”یا جنید یا جنید“ کہنے کی تعلیم دی تھی۔ اس کے اخیر میں یہ عبارت ہے :

”شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں، اور
 مجھ سے ”یا جنید“ کہلاتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔ اُس نے یا اللہ
 کہا، اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکارا حضرت میں چلا۔ فرمایا۔ وہی کہہ،
 ”یا جنید یا جنید“ جب کہا، دریا سے پار ہوا۔ عرض کی۔ حضرت یہ کیا بات
 تھی۔ آپ اللہ کہیں تو پار ہوں، اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں۔ فرمایا اسے
 نادان ابھی تو جنید تک پہنچ نہیں، اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔ اللہ اکبر“

فائدہ : یہ ہے کفر کی تعلیم۔ کیا یہی توحید اسلامی ہے، کیا کامل توحید اللہ تعالیٰ
 کو پکارے اور ناقص غیر اللہ کو۔ کیا کتاب و سنت میں بھی معاذ اللہ ایسی وابستہ
 اشیاء ہیں حاشا وکلاً۔ پھر سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی جو سلسلہ صوفیہ کے
 مشہور امام ہیں، ان پر کیسی تہمت لگا دی۔

اب اس کے بعد دوسری تعلیم پیش ہوتی ہے جس میں کامل بھی مصیبت کے
 وقت غیر اللہ کو پکارتا ہے۔

(۷) جب کبھی میں نے استعانت کی ”یا غوث“ ہی کہا۔ یک در

گیر محکم گیر۔ (ملفوظات مدنی جلد سوم)

فائدہ : آگے ایک واقعہ بھی لکھا ہے۔ جس میں حضرت شیخ عبدالقادر صاحب جیلانیؒ کو (جنہیں یہ لوگ غوث اعظم کے لقب سے پکارتے ہیں) یا غوثا کا کہہ کر پکارا گیا۔

لیجئے اب تو معاملہ صاف ہو گیا کہ یہ کامل مجدد بھی بجائے اللہ تعالیٰ کے پیر صاحب کو ہر موقع پر پکارتا تھا، اور ان کو قادر و مختار مطلق سمجھتا تھا۔ معاذ اللہ استغفر اللہ۔

تنبیہ : واضح ہو کہ انہی پر صاحب کو پکارنے کے لئے اس مجدد نے دوسروں کو بھی عام تعلیم دی ہے۔ چنانچہ اس کی کتاب ”وظیفہ کیمیہ صلا“ میں بعض کلمات کے اخیر میں ”یا غوث“ ”تو مرتبہ کہنے کا امر موجود ہے اور اس جامع وظیفہ کا اثر یہ بتلایا ہے کہ ”گناہوں کی مغفرت، آفات دنیاوی و اخروی سے نجات و صفائے قلب“۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

پھر ایک جگہ انہی پر صاحب کو تمام خدائی اختیارات دیئے ہیں مثلاً کتاب ”الاسم والعلیٰ صلا“ حاشیہ پر یہ کہا ہے۔ ”ایک ایک گھڑی کے حال کی حضور غوث اعظم کو خبر ہونا، بشرقی و سعید کا اُن پر پیش کیا جانا، لوح محفوظ کا اُن کے پیش نظر رہنا اور اس سے ایک صفحہ قبل صلا حاشیہ پر لکھا ہے۔ آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک حضور سیدنا غوث اعظم پر سلام نہ کرے۔“

اسی طرح فتاویٰ افریقہ صلا پر انہی پر صاحب کے متعلق یہ لکھا ہے :

”حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، شبِ معراج حضور سیدنا
غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوش مبارک پر پائے انور رکھ کر براق
پر تشریف فرما ہوئے۔ اور بعض کے کلام میں ہے کہ عرش پر حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جاتے وقت ایسا ہوا“

فائدہ : اب دیکھو کہ چھٹی صدی کے ایک بزرگ (کیونکہ حضرت پیر صاحبؒ
کی وفات ۵۱۱ھ میں ہے) کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا کہ ادھر مختارِ گل بنا دیا
اور ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیقِ معراج ثابت کر دیا۔ واللہ اسی قسم
کے غلوٴ اعتقاد سے اسلام تباہ ہوا۔

⑧ حضرت مدظلہ الاقدس کے واسطے کپڑے سلوانا تھے سلطانِ حیدر
خان نے عرض کی۔ درزی کو دے دیتے جائیں۔ ارشاد۔ آج منگل کا
دن ہے، جس کی نسبت مولے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد
ہے کہ جو کپڑا منگل کے دن قطع ہو، وہ جلے گا یا ڈوبے گا یا چوری
جائے گا۔“

فائدہ : دیکھا مجھ کو کیسی اعلیٰ توحید ہے۔ اسلام نہ ہوا، ہندوؤں کا
مذہب نہ ہوا کہ بعض دنوں کو منحوس سمجھ کر ان سے ڈرتے ہیں اور پھر حضرت امیر المؤمنین
علی رضی اللہ عنہ پر بے وجہ و بے سند بہتان باندھ دیا۔

۲۔ محبت و عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

⑨ اس نیت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو۔

(وظیفہ کریمہ ص ۱)

فائدہ : ایک غیر مستند دُروود کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرضی مجید وکتبا ہے کہ اس نیت کے ساتھ دُروود نہ پڑھو کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو۔ اور واضح ہو کہ لفظ عطا ظاہر کر رہا ہے کہ خود تو طلب نہ کرو اور اگر خدا تعالیٰ بھی بطور عطیہ واکرام کے وہ زیارت نصیب فرمانا چاہتا ہے تو بھی قبول نہ کرو۔ دیکھا کہ یہ محبت نبوی ہے۔ کیا اسی کی بنا پر دوسرے اہل حق کو کافر و مرتد کہا جاتا ہے کہ وہ مُحَبِّ رسول نہیں ہیں۔ حالانکہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ان من اشدّ اقلّی لی حُبّاً
ناس یكونون بعدی یوّدّ
احدھم لورانی باھلہ و
مالہ۔ (مشکوٰۃ باب ثواب ہذہ
الامۃ بحوالہ مسلم)

یعنی میری اُمت میں مجھ سے سب سے زیادہ
محبت رکھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے
بعد پیدا ہوں گے، ان میں سے ہر ایک آرزو
کے گے گا کہ اپنے اہل و مال کے بدلے میں وہ
مجھے دیکھے۔

نیز معلوم رہے کہ یہاں مطلق زیارت کے خیال سے منع کیا گیا ہے۔ یہ نہ بتلایا کہ

آیا زیارتِ خواب سے مشرف ہونے کا خیال نہ کرنے، یا یہ کہ معاذ اللہ قیامت کے دن اور بہشت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محرومی کی نیت نہ رکھے۔

۱۰) مگر مدینہ طیبہ میں مجاورت ہمارے اکبر کے نزدیک مکروہ ہے

کہ حفظِ آداب نہیں ہو سکے گا۔ (احکامِ شریعت ص ۸۴ حصہ دوم)

قائدہ : دیکھا ان عاشقانِ رسول کا حال کہ مدینہ طیبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جوارِ قرب میں رہنے کو مکروہ کہا اور ائمہ دین پر بہتان لگایا، اور علت یہ پیش کی کہ حفظِ آداب نہیں ہو سکے گا۔ پھر تو مسلمان کوئی نیک کام نہ کرے نہ مسجد میں جائے، نہ حج کرے، نہ قرآن پڑھے، کیونکہ حفظِ آداب کا حق پورے طور پر وہ کہاں تک بجا لا سکتا ہے۔ کیا اس قسم کے مجتہد صاحب اور ان کے خاص حواریین جو صرف اپنے لئے ہی ایمان داری کا اجارہ لے ہوئے ہیں، وہ بھی حفظِ آداب نہیں کر سکتے۔ حالانکہ تمام اہل ایمان کا اتفاق ہے کہ اس شہر مقدس میں رہنا اور بالخصوص اخیر عمر میں مہاجرت کرنا باعثِ برکت ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلَيْسَتْ بِهَا قَائِيًا أَسْفَعُ لِمَنْ يَمُوتُ بِهَا۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہے اس کو وہاں اگر مرنا چاہیے کیونکہ وہاں اگر مرنے والے کی شفاعت کروں گا۔

(مشکوٰۃ باہم المدینۃ بحوالہ ترمذی - احمد)

اور واضح ہو کہ یہاں سکونتِ مدینہ منورہ کو مطلقاً مکروہ کہا گیا ہے۔ اور فقہاء حنفیہ کے نزدیک جب لفظ مکروہ معاملات میں مطلقاً استعمال ہو تو اس سے مکروہ تحریمی مراد ہوتی ہے۔ گویا اس مجتہد نے اس بابرکت سکونت کو حرام کے نزدیک پہنچا دیا۔

حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ

رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔ دل، دل بار۔ ہر بلا و محنت سے محفوظ رہنا۔

میں سات بار فرمایا۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس بار

آیا۔ فقیر کا اسی پر عمل ہے۔ اسے حکمِ تعالیٰ تمام مقاصد کے لئے کافی پایا۔

فائدہ : دیکھا کہ حدیث شریف کی کیا تعظیم کی کہ پیر صاحب کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا کہ بجائے سات مرتبہ کے دس مرتبہ کو اختیار کیا۔ گویا حضورؐ کے بتلاتے ہوئے عدد سے یہ نتیجہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ محسن حصین وغیرہ میں یہ وظیفہ سات بار ہی پڑھنا آیا ہے۔

اب اس مجدد کا دوسرا واقعہ معلوم کیجئے جس میں اپنے نفس کی خاطر حضرت
پیر صاحبؒ کو بھی چھوڑ دیا۔

کتاب "احکام شریعت" حصہ سوم میں یہ عبارت ہے :

ہمارے خاندان کا یہ معمول ہے کہ سات بار دُود و غوثیہ پھر ایک بار الحمد للہ

وآیت الکرسی، پھر سات بار سورۃ اخلاص، پھر تین بار دُودِ غوثیہ،

دُرود غوثیہ یہ ہے :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَّعْدَنِ الْجُودِ
وَالْكَرَمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ اور فقیر اتنا زائد کرتا ہے
وَعَلٰی اٰلِهٖ الْحِرَامِ، وَابْنِهٖ الْكَوْنِمْ وَأُمَّتِهٖ الْكَوْنِمْ
وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اب یہاں دیکھ لو کہ پیر صاحبؒ کے تجویز شدہ درود (جس کی فی نفسہ کوئی
صحیح سند نہیں ہے۔ اور بھلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے درود کے خلاف
پیر صاحبؒ کیوں کہ درود تجویز کریں گے) کے اوپر زیادتی کر لی۔ کیا اب بھی پیر صاحبؒ
کی تعظیم باقی رہ جائے گی۔ اور واضح ہو کہ ابھی آگے معلوم ہو گا کہ اس بڑھائے ہوئے
درود کو چھوڑ کر ایک اور غیر مستند درود کو افضل ثابت کیا جاوے گا۔

⑫ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا امَرْتَنَا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوحِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِي الْاَرْوَاحِ الخ
اس کے بعد لکھا ہے :

حصولِ زیارتِ اقدس کے لئے اس سے بہتر صیغہ نہیں۔

(وظیفہ کریمہ عک)

فائدہ : اول تو یہ درود فی الارواح اور فی الاجساد اور فی القبور
والاکہیں صحیح سند سے ثابت نہیں۔ کتاب "قول البیہ" مصنفہ امام سخاویؒ

جس کے حوالے یہ مجدد بھی دیتا ہے کہ صلاۃ پر اس کے متعلق لکھا ہے لہذا قف
 علی اصلہ الی الان - یعنی اس روایت کی اصل آج تک مجھے نہیں ملی - اور یہ
 محدث، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا بڑا مشہور شاگرد ہے۔ نیز فی الارواح وغیرہ
 کے معنی کی تعیین کیا ہوگی۔ کیا بغیر ان ارواح وغیرہ کے حضور پر درود شریف
 نہ بھیجا جائے۔

پھر اس صیغہ کے بہتر ہونے کی کیا دلیل ہے۔ کیا نماز جیسی اعلیٰ و اشرف
 عبادت میں جو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاص درود شریف مقرر
 فرمایا، وہ سب سے افضل نہیں ہے؟ اس پر تمام کا اجماع ہے۔ پس معلوم ہوا کہ
 صحیح اور بہتر درود سے گریز کیا گیا ہے اور ایک غیر معتبر وبے سند درود کو زور
 کے ساتھ افضل مان لیا گیا ہے۔

تنبیہ: اوپر دو مثالوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح مخالفت کا
 ذکر ہوا ہے۔ ایک میں سات بار کی بجائے دس بار کو افضل کہنا۔ دوسرا غیر ثابت
 درود کو صحیح و ثابت درود سے اعلیٰ ماننا۔ اب ان کے علاوہ تین مثالیں اور
 دی جاتی ہیں، جن میں حضور سرور کائنات علیہ افضل التحیات والتسلیمات کے
 الفاظ مبارکہ پر زیادتی کی گئی ہے۔

وظیفہ کریمہ ۱۰ اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ مِنْ نِعْمَةٍ وَلَكَ الشُّكْرُ
 فقیر اس کے بعد لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ

زیادہ کرتا ہے۔

فائدہ : یہ اصل دعا مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات میں بروایت ابو داؤد موجود ہے۔

کتاب مذکورہ بالا میں سید الاستغفار اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ... اِلَّا اَنْتَ کہہ کر کہا ہے۔ فقیر اس کے بعد اتنا زائد کرتا ہے۔ "وَاعْفُ لِيْ مَوْمِنٌ وَمَوْمِنَةٌ۔"

یہ اصل وظیفہ سید الاستغفار بروایت بخاری مشکوٰۃ باب الاستغفار میں موجود ہے۔ اس وظیفہ کا نام خود بخواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "سید الاستغفار" رکھا۔ اب بتلاؤ کہ حضور کے مبارک الفاظ پر بڑھانا (خواہ بڑھائے ہوئے الفاظ معنی صحیح بھی ہوں) کس قدر جرم ہے۔ اس طرح تو ہر ایک آدمی جو چاہے بڑھا دیا کرے، صاحبِ وحی علیہ السلام کے مبارک کلمات کی کیا قدر رہے گی۔

واضح ہو کہ اس کتاب کے صلا پر ایک ذکر لکھ کر کہا ہے۔ فقیر اس کے بعد اتنا زائد کرتا ہے "وَعَنِ اَهْلِ السُّنَّةِ"۔ یہ ہے اس مجرّد کی پیروی سنتِ نبویؐ۔ غالباً اسی وجہ سے لکھ دیا کہ :

بِحمدِ اللہ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہارِ کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمد للہ سنتیں

کبھی نہ چھوڑیں نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیئے ہیں۔

(ملفوظات صفحہ چہارم)

اب بتلاؤ کہ کس جگہ فقہار کرام نے دائماً (موکدہ) سنتیں چھوڑنے کی اجازت دی ہے۔ بلکہ ایک جگہ لکھا ہے کہ تارکِ سنت گنہ گار نہ ہوگا۔

سوال و جواب کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

عرض : جس شہر کے لوگوں میں سے ایک بھی ولیمہ نہ کرتا ہو بلکہ نکاح سے پہلے اول روز جیسا رواج ہے کھلا دیتا ہو تو ان سب کیلئے کیا حکم ہے۔
ارشاد : تارکِ سنت ہیں مگر سننِ مستحبہ سے ہے۔ تارکِ گنہ گار نہ ہوگا۔

اگر اسے حق جانے۔ (ملفوظات صفحہ ۲۷۱)

یا کہے ۱۳

مسیحائی تری آنکھوں کی، سب بیمار اچھے ہیں

اشاروں میں جلا دیتے ہیں مُردہ یا رسول اللہ

پھر اس کے بعد لکھا ہے، ”یہ سب فرقے بالقطع والیقین کافر مطلق ہیں“

(اعلام الاعلام ص ۱۱)

فائدہ : اہل حق بالخصوص ہمارے حضرات دیوبندیہ (کثر اللہ سوائہم)

اس شعر کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اس میں کوئی خرابی نہیں۔ مگر یہ مجدد و مہدی حُبِ رسولؐ

اس شعر کو حضورؐ کی شان میں سُنانے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ ایسا کہنے والے کو

قطعی اور یقینی طور پر کافر مطلق سمجھتا ہے۔ حالانکہ حقیقت و مجازاً حضورؐ نے
مردے زندہ کئے۔ کیونکہ حضورؐ کی تعلیم کی برکت سے ہزاروں کے مردہ دل ایمان
وغیرہ سے زندہ ہوئے۔ اور حقیقی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مشہور
معجزے کی طرح حضورؐ سے بھی یہ کمال صادر ہوا، جس کا ذکر سیئوت کی کتب
میں ہے۔ مثال کے لئے دیکھو، مدارج النبوة مصنف شیخ عبدالحق صاحب
محدث دہلویؒ ۱۹۹ باب المعجزات طبع ۱۹۱۳ء۔

(۱۲) حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو۔ اور میرا دین و

مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر

فرض سے اہم فرض ہے۔ (وصایا شریف ص ۱۲ نمبر ۱۲)

فائدہ : دیکھا کہ اتباع شریعت محمدیؐ کے متعلق لفظ "حتی الامکان"

کہا کہ جتنی پیروی ہو سکے کر دو۔ گویا نہ ہو سکے تو چھوڑ دو۔ مگر اپنے دین و مذہب

کے متعلق کس قدر تاکید و تاکید کی کہ معاذ اللہ ہر فرض سے بھی اہم فرض ہے۔

ذرا باریک بینی سے تمام الفاظ (یعنی مضبوطی، قائم رہنا، فرض کا دوبارہ لانا، اہم ہونا)

کو دیکھو اور انصاف سے فیصلہ کرو، اور شریعت کے مقابلے میں اپنے دین و مذہب کا

ذکر علیحدہ طور پر کرنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ کوئی اور چیز ہے۔ اور پھر یہ کہ وہ میری ہی کتب

میں درج ہے۔ نیز واضح ہو کہ یہ تعلیم، وفات کے دن (۲۵ صفر ۱۲۸۸ھ) کی ہے اور

وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے قلم بند کرائی گئی تھی۔ اب سمجھ لو کہ اپنی تمام زندگی

میں کیا تعلیم پھیلاتی ہوگی۔

لطیفہ : اگر اس مجتہد کی وصیت کے مطابق کوئی صاحب اس کی کتابوں کا مطالعہ کر کے اس کی صحیح تعلیم اور اس کا دین و مذہب ظاہر کرے جیسے ہم نے کیا ہے، تو اہل عقل کے نزدیک وہ اخلاقی مجرم نہ ہوگا۔

(۱۵) جب ان کا انتقال ہوا، اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اُترا

مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی، جو پہلی بار روضہ انور کے

قریب پائی تھی۔ (ملفوظات ملا حقہ دوم)

فائدہ : یہ تعریف اپنے ایک پیر بھائی مولوی برکات احمد صاحب کی، کی

ہے۔ اب ذرا دیکھو کہ کس طرح اپنے پیر بھائی کی خوشبو کو جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ (شریف اللہ تعالیٰ) کی خوشبو کے برابر تسلیم کیا ہے۔ کیا یہ

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی نہیں ہے۔ وہ مقدس جگہ تو کعبہ

مکرمہ بلکہ (اکثر لوگوں کے نزدیک) عرش الہی سے بھی افضل ہے، اور وہاں کی حقیقی و

معنوی خوشبو کا پتہ محبانِ نبوی ہی دے سکتے ہیں کسی شاعر نے کیا ہی ٹھیک کہا ہے

بطیب رسول اللہ طاب نسیمہا

فما المسک والکافور والصندل الرطب

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کی وجہ سے مدینہ کی ہوا بھی

خوشبودار ہو گئی ہے جس کے مقابلے میں مشک، کافور اور صندل کوئی چیز نہیں۔

دوسرا کہتا ہے کہ

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي الْقَاعِ اعْظَمُهُ

فطاب من طيبهم القاع والاحم

ترجمہ : اے بہترین ان لوگوں کے جو خاک میں مدفون ہیں، آپ کے جسم مبارک کی وجہ سے تمام میدان اور ٹیلے بھی خوشبو ناک ہو گئے۔ (ہر دو اشعار در جذب القلوب مصنفہ شیخ محدث دہلوی)

خود قصیدہ بُردہ میں جس کو یہ لوگ عام طور پر پڑھتے ہیں، ایک مصرعہ

یوں ہے : ع

لَا طَيْبَ يَعْدِلُ تُوبًا خَسَمَ اعْظَمُهُ

ترجمہ : کوئی خوشبو اس تواب مبارک کے برابر نہیں ہو سکتی، جس کے

اندر جسم مبارک موجود ہے۔

واضح ہو کہ اسی مقام پر مولوی برکات احمد صاحب کے جنازہ کا ذکر کرتے

ہوئے لکھا ہے کہ فلاں آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، اور آپ نے فرمایا

کہ میں برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے آیا ہوں۔ اس کے بعد یہ نقلی مجدد کہتا ہے

کہ الحمد للہ یہ جنازہ مبارک کہ میں نے پڑھایا۔ دیکھو اپنی امامت جس میں حضور صلی اللہ

علیہ وسلم اس کے خیال میں مقتدی بنے ہیں، اس پر کتنا فخر کر رہا ہے۔ کیا یہ بھی فخر کا

مقام ہے، بلکہ افسوس ظاہر کرنا کہ مجھے معلوم ہوتا تو میں ہرگز امامت نہ کرتا۔

(۱۶) امام مہدی کے بارے میں احادیث، بحرث، اور متواتر ہیں مگر ان میں سے کسی وقت، کاتعین نہیں۔ اور بعض علوم کے ذریعے مجھے ایسا خیال گذرنا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ء میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے، اور ۱۹۰۰ء میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔ (مفہومات ضابطہ جلد ۱)۔

فائدہ : دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود کثرت و تواتر احادیث کے تعین نہ فرمائیں اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر فرمادیں اور یہ فرضی مجدد تاریخ مقرر کر دے، اور یہ بھی کہہ دے کہ فلاں وقت کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے گی۔ ایسی فرضی پیش گوئیاں تو ہر ایک جاہل سے جاہل بھی کر سکتا ہے یہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر مقابلہ ہے، اور علم غیب الہی میں کس قدر ہاتھ ڈالنا ہے۔ نیز اس کے بعض علوم کا کیا اعتبار ہے۔ یہ تو جعفر، رمل اور بحیرہ وغیرہ میں ماہر تھا جس کا یہ اکثر فخر یہ ذکر کرتا ہے۔

۳۔ جس مشترک میں عاری ہونا

(۱۷) آدمی رات ڈھلے سے سورج کی کمن چمکنے تک صبح ہے۔

(وظیفہ کریمہ ص ۱)

فائدہ : یہی بات اس نے اردو کتابوں میں لکھی ہے۔ ”احکام شریعت“ ص ۱۲۹ حصہ دوم میں ہے۔ ”صبح سے مراد یہ ہے کہ آدمی رات ڈھلنے سے سورج نکلنے تک“

ملفوظات مناصب سوم میں بھی بعینہ ایسی ہی عبارت ہے۔ اب نامعلوم اس مجرور نے لوگوں کو کیوں دھوکا دیا، اور ایک ایسی بدیہی و فطری بات کا انکار کیا ہے جو پاگل سے پاگل آدمی کے ہر وقت کے مشاہدہ میں ہے۔ اور پھر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ دوسری عبادات کے لئے کوئی اور صبح ہے اور وظیفوں کے لئے کوئی اور صبح۔ اور بھلا عام طور پر آدھی رات ڈھلے سے کون وظیفہ شروع کرتا ہے۔

واضح ہو کہ اسی بنا پر فاسد کی وجہ سے ایک موقع پر نماز تہجد کے وقت کے متعلق ذیل کی عبارت لکھتا ہے :

”جب پونے سات بجے عشاء پڑھ کر سو رہے، اور سات سوا سات بجے آنکھ کھلے، وہی وقت تہجد کا ہے۔“ (وظیفہ کریمہ ص ۱۱)

اب ہر ایک جانتا ہے کہ سخت سے سخت سردیوں کے موسم میں بمشکل نماز عشاء کا وقت سات بجے ہوتا ہوگا۔ چہ جائیکہ ہمیشہ کے لئے یہ وقت مقرر ہو، اور پھر تہجد کے لئے یہ تعیین کرنا کس قدر مضحکہ خیز ہے۔

۴۔ خروج از حقیقت

(۱۸) عرض : حضور مدینہ طیبہ میں ایک نماز پچاس ہزار کا ثواب رکھتی ہے اور مکہ معظمہ میں ایک لاکھ کا۔ اس سے مکہ معظمہ کا افضل ہونا سمجھا جاتا ہے۔

ارشاد: ”جمہور خفیہ کا یہی مسلک ہے۔ اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک مدینہ طیبہ افضل ہے۔“ پھر آگے لکھا ہے: ”اور یہی میرا مسلک ہے۔“ (ملفوظات ص ۱۵۱ حصہ دوم)

فائدہ : دیکھو جمہور خفیہ کے مسلک کو چھوڑ کر اپنا نیا طریقہ قائم کیا ہے اور اس پر اپنی خفیہ کا پرزور دعویٰ ہے۔ اور پھر یہ اسی مدینہ طیبہ کی افضلیت کے بارے میں ہے جہاں کی رہائش کو مکہ وہ (تحریری) کہہ کر روکا جاتا ہے تاکہ یہاں کے حلوے مانڈول سے محرومی نہ ہو۔ اور علمائے دیوبند جن میں سے کئی ایک بزرگ وہاں کر جا رہے، اور اس پاک زمین میں پیوند ہوتے۔ ان سے مشابہت نہ لازم آئے۔ واضح ہو کہ اس مسئلہ میں نہ صرف اپنے امام مجتہد اور دیگر جمیع ائمہ خفیہ کا خلاف کیا گیا ہے، بلکہ امام شافعی و امام احمد کے مجموعی مسلک سے بھی انحراف کیا ہے۔

نیز احکام شریعت ص ۱۷۱ حصہ دوم میں یوں کہا ہے: ”مذہب حنفی میں جمعہ وعیدین (دیہات میں) جائز نہیں۔ لیکن جہاں قائم ہے، وہاں منع نہ کیا جاتے اور جہاں نہیں ہے وہاں قائم نہ کیا جاتے۔ آخر شافعی مذہب پر تو ہو ہی جائے گا۔“ دیکھو ادھر تو ناجائز کہا۔ پھر کہا، منع نہ کرو۔ اور دلیل یہ دی کہ شافعی مذہب میں جائز ہے پس بغیر ضرورت کے تقلید خفیہ سے نکلنے کی ترغیب دی۔ پہلے مالکی بنے تھے، اب شافعی بنے۔

۵۔ خورد و نوش کا فکر و حرام مال کا ذکر

(۱۹) گائے کا گوشت کھانے سے مجھے معاذر ہوتا ہے۔ ایک صاحب

نے میرے یہاں نیاز کا کھانا بھیجا۔ (ملفوظات ص ۵ حصہ چہارم)

فائدہ : یہاں سے ثابت ہوا کہ یہ مجبور و نیاز کے کھانے کھایا کرتا تھا۔

حالانکہ یہ کھانا صرف فقیر و محتاج ہی کو جانتا ہے کہ اس کا ثواب میت کو ضرر پہنچتا ہے۔ مگر اس غنی مجبور کے لئے کیسے جانتا تھا۔ اور خود بھی "وصایا شریف" میں لکھ چکا ہے کہ فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقراء کو دیں۔ اس سے پہلے ایک ایک ولی کا ہزاروں جگہ بیک وقت دعوت میں شامل ہونے کا ذکر آچکا ہے۔ اب آگے مذکور ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی ان کو لذیذ کھانوں کا فکر تھا۔

(۲۰) اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین

بار ان اشیاء میں سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف نہانہ ساز

اگر چہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بریانی۔ مرغ پلاؤ خواہ بکری کا

شامی کباب۔ پراٹھے۔ بالائی۔ اُرد کی پھریری دال مع اورک دوازم

گوشت بھری کچوریاں۔ سیب کا پانی۔ انار کا پانی۔ سوٹے کی بوتل۔

دودھ کا برف۔ اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے تو یوں کرو۔ (وصایا شریف ص ۱۴)

فائدہ : ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس فرضی مجبور کے خیال میں یہ بات

مرکز مٹی کے قبر میں بعینہ کھانے پہنچ جاتے ہیں۔ اس لئے یہ اعلیٰ سے اعلیٰ قیمتی سے قیمتی کھانے اپنے لئے تجویز کئے۔ اور خود ایک رسالہ بھی بنام "ایتان الادواح مصنفہ ۱۳۲۷ھ لکھا تھا جس میں ثابت کیا تھا کہ روہیں واپس گھروں میں آتی ہیں۔ نیز کھانے پینے کا اس قدر فکر ہے کہ فرشتگانِ معصومین کے لئے بھی فاتحہ و ایصالِ ثواب کا جواز لکھا ہے (احکامِ شریعت ص ۸۸ حصہ دوم) اور لوگوں کے لئے "زندگی" ہی میں اپنے لئے ایصالِ ثواب کی ترغیب دی ہے۔ (ملفوظات ص ۹۱ حصہ اول)۔

تنبیہ : (الف) اسی کے متعلق یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ احکامِ شریعت ص ۵۹ حصہ اول میں سوال موجود ہے کہ ناجائز روپیہ یعنی سود و شراب و رشوت وغیرہ اگر نیک کام مسجد، مدرسہ، چاہ، نیاز، فاتحہ، عرس وغیرہ میں لگایا جاوے تو جائز ہے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ دیا ہے :

"مسجد، مدرسہ وغیرہ میں بعینہ روپیہ نہیں لگایا جاتا، بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں۔ خریداری میں اگر یہ نہ ہو کہ حرام دکھا کر کہا۔ اس کے بدلے فلاں چیز دے اس لئے دئی اس نے قیمت میں زبرد حرام دیا۔ تو جو چیز خریدی، وہ خبیث نہیں ہوتی، اس صورت میں فاتحہ و عرس کا کھانا جائز ہے۔"

(ب) اسی طرح اسی کتاب "احکامِ شریعت ص ۸۸ حصہ دوم" میں ایک سوال ہے کہ طائف جس کی آمدنی حرام ہے، اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور اس کی

اسی حرام آمدنی کی منگائی ہوئی شیرینی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ دیا ہے۔ "اس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے، مگر جب کہ اُس نے مال بدل کر مجلس کی ہو، اور یہ لوگ جب کوئی کارِ خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے لئے کوئی شہادت کی حاجت نہیں۔ اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لئے کر یہ مجلس کی ہے، اور وہ قرض اپنے مالِ حرام سے ادا کیا جائے گا تو اس کا قول قبول ہوگا۔"

(ج) ایسا ہی "ملفوظات" حصہ سوم میں اس سوال کے جواب میں کہ رنڈی کو مکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ کہا ہے۔ "اس کا اس مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں۔ رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں۔ باقی رہا، اس کا زنا کرنا، یہ اس کا فعل ہے، اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا۔"

(د) پھر کتاب "احکام شریعت" منال میں "بیمہ" زندگی و موت کو حلال کر دیا ہے۔ اور وجہ اس کی یہ بیان کی ہے کہ "جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں۔"

حالانکہ یہ بیمہ بالکل جو آپے، اور تمام اہل حق کے نزدیک حرام ہے بھلا ایک شخص نے آج ایک قسط ادا کر دی، اور کل مر گیا، تو اس کی اولاد سینکڑوں میزادوں روپے لینے کی کس طرح مجاز ہوگی۔ باقی اس کے جواز کی علت کیسی بیہودہ بیان کی ہے۔

۶۔ بعض فتاویٰ عجیبہ وغریبہ

(۲۱) حَقِّہ کے پانی سے وضو۔ احکام شریعت ص ۱۵۸ حصہ سوم
میں ہے : مسئلہ : حَقِّہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے۔ وہ کون کون
اور کس وقت پر۔

الجواب : ”جب آبِ مطلق اصلانہ طے تو یہ پانی بھی آبِ مطلق
ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے تیمم ہرگز صحیح نہیں۔ اس تیمم سے
نماز باطل۔

فائدہ : دیکھا کیا بدبودار فتویٰ ہے۔ کیا کوئی شریف انسان اس
تعلیم کو اختیار کرے گا؟ اسی کتاب کے ص ۱۶۵ پر یہ بیان کیا ہے کہ ”حق یہ
ہے کہ معمولی حَقِّہ جس طرح تمام دنیا کے عامہ بلاد کے عوام و خواص میں رائج
ہے، شرعاً مباح و جائز ہے۔“ یہاں سے معلوم ہوا کہ حَقِّہ خواہ معمولی ہو یعنی
جسے عام لوگ جو مدتوں کے بعد اسے صاف کرتے ہیں، پینے والے ہوں، تپ
بھی بلا کراہت وہ حلال ہے۔ حالانکہ اس قسم کے حَقِّہ کا پانی بالعموم اہل تجربہ
کے نزدیک بول و براز سے بھی زیادہ بدبودار ثابت ہوا ہے۔

معلوم رہے کہ تیرہ سال کی عمر سے فتاویٰ نویسی کا کام شروع کر دیا تھا۔

(ملفوظات صلا حصہ اول)

②۲ مغرب کی سنتِ موکدہ کا طریقہ

نماز مغرب کے بعد فرض پڑھ کر چھ رکعتیں ایک ہی نیت سے ہر دو رکعت پر التَّحِيَّاتُ وَدُرُودُ اور دُعا، اور پہلی تیسری پانچویں سَبَّحَانَكَ اللَّهُمَّ سے شروع۔ ان میں پہلی دو سنتِ موکدہ ہوں گی، باقی چار نفل، یہ صلوٰۃِ اوابین ہے (وظیفہ کرمیہ ص ۱۶) **فائدہ :** دیکھا اس مجتہد و مجدد نے کیا عجیب و غریب مسئلہ نکالا کہ ایک ہی نماز سے دو سنتیں موکدہ نکال لیں اور چار نفل۔ کیا یہی اجتہادات ہیں جن کی بنا پر دوسرے اہل حق کو کافر و مرتد کہا ہے۔

②۳ کراہتِ تلاوتِ قرآن۔ جن تین وقتوں میں نماز

ناجائز ہے، تلاوت بھی مکروہ ہے۔ (وظیفہ کرمیہ ص ۱۶) **فائدہ :** یہ نیا اجتہاد ہے۔ تلاوتِ قرآن کی کراہت کے کیا معنی! سجدہ تلاوت مکروہ ہے نہ کہ نفسِ تلاوت۔

②۴ بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طوافِ تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا

کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اور بوسۂ قبر میں علماء کو انشلا ہے اور احوط منع ہے۔ آگے لکھا ہے۔ "یہ وہ ہے جس کا قویٰ عوام کو دیا جاتا ہے، اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے" ان (احکام شریعت

فائدہ : دیکھا عوام کے لئے اور فتویٰ، اور خواص کے لئے اور۔ گویا ان کے لئے یہ سجدہ، طواف، بوسہ وغیرہ جائز ہوئے۔ استغفر اللہ

(۲۵) اگر مصلی کا میدان قبلہ سے ۴۵ درجے کے اندر تھا تو نماز ہوگی۔ (ملفوظات ص ۲۲۱ حصہ اول)

فائدہ : یہ کہاں کا مسئلہ ہے۔ شمال و مغرب کے درمیان تو ۹۰ درجہ کا فاصلہ ہے۔ گویا عین نصف شمال و مغرب میں نمازی نماز پڑھنے لگے تو جائز ہے۔ کیا مسئلہ بغداد شریف کی طرف (جو مابین شمال و مغرب ہے) نماز پڑھنے کے لئے تو نہیں نکالا، جس کی طرف غالی بدعتی اب نماز نفل پڑھنے لگے ہیں۔ یا اس طرف منہ کر کے کچھ وظیفہ ادا کرتے ہیں، اور اس مجید و کاغلو، بغداد والے پیر صاحب کے متعلق معلوم ہو چکا ہے۔

۲۶) مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے۔ اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے۔ تو ایسی حالت میں کیا کرے۔ بَيِّنَاتُ تَوَجُّوْا۔
الجواب : تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور غسل کر کے پھر اعادہ کرے۔
(احکام شریعت منہاج دوم)

فائدہ: یہی مسئلہ "عرفانِ شریعت ص ۱" پر بھی لکھا ہے۔ یہ کہاں کا مسئلہ

ہے کہ غسل جنابت کی ضرورت ہو اور اچھا بھلا آدمی ہو تو وہ تیمم کر کے نمازِ فجر ضرور پڑھے۔ پھر فجر کی کیوں تخصیص ہے، اور اعادہ کی کیوں ضرورت۔ معذور آدمی کے لئے تو اس کی اجازت ہے، دوسروں کے لئے کہاں ہے لازم تھا کہ مرض وغیرہ کا عذر بیان ہوتا۔

(۲۶) مسئلہ ۵۶: شاہی میں دفن بجا نا درست یا نہیں

الجواب: دفن کی اجازت ہے جب کہ اس میں جھانچ نہ ہو اور مرد یا عورت دار عورتیں نہ بچائیں الخ (عرفانِ شریعت ص ۱۱)

فائدہ: یہ عجیب فتویٰ ہے جب دفن جائز ہے تو مردوں کے لئے کیوں حرام ہے۔ کیا عورت دار عورتوں کی بجائے بے عورت اور فاسق عورتوں سے بچوایا جاتے۔ حدیث (ترمذی) میں تو مردوں کو ارشادِ نبوی ہے کہ:

اعلنوا هذا النکاح واجعلوا فی المسجد واضربوا علیہ بالدفوف یعنی نکاح کا اعلان کیا کہ واد مسجد میں اس کو کیا کہو اور اس پر دف بچایا کہو۔

(۲۸) زن و شوہر کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً

جائز ہے جتنی کہ فرج و ذکر کو نہ نیتِ صالحہ موجبِ ثوابِ اجر ہے۔

کہا نص علیہ سیّدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ

عنه۔ (احکامِ شریعت ص ۱۵۳ حصہ سوم)

فائدہ: یہ نہ بیان کیا کہ اپنی اپنی شرمگاہوں کو خود علیحدہ طور پر مس

کہنا ہے یا ایک کا دوسرے کی شرمگاہ کو مس کرنا ہے۔ بہر صورت کس کتاب میں موجب ثواب واجب لکھا ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کس معتبر کتاب میں یہ نص موجود ہے۔ علماء کرام تو زنی و شوہر کو ایک دوسرے کی شرمگاہ پر نگاہ ڈالنے کو خلافِ اولیٰ و خلافِ تہذیب فرماتے ہیں کہ اس سے بے حیائی پیدا ہونے کا خوف ہے اور یہ مجتہد اس کی ترغیب دیتا ہے۔

(۲۹) بیت الاخلاص میں وظیفہ ادا کرنا : پاس انقاس سانس کی آمد و رفت میں، کھڑے، بیٹھے، چلتے پھرتے، وضو بے وضو، بلکہ قضائے حاجت کے وقت بھی ملحوظ رکھے۔ یہاں تک کہ اس کی عادت پڑ جائے۔ (وظیفہ کریمہ ص ۲۵)

فائدہ : دیکھا کیسا نفیس وظیفہ ہے کہ بیت الاخلاص میں یہ وظیفہ نہ چھوڑو سانس کو اوپر نیچے لاتے وقت اس ذکر کی مشق کرو۔ اور یہ وہ وظیفہ ہیں جن کے متعلق اسی کتاب کے اسی صفحہ کے اوپر لکھا ہے کہ یہ اس درجہ مفید ہیں، کہ انہیں اخفا کرتے ہیں۔ رموز میں لکھتے ہیں، فقیر نے اپنے خاص برادر ابن طریقت کے لئے اسے عام کیا۔

(۳۰) مسئلہ : جھوٹے کام کا جوتا مردوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب : ”ظاہر یہ ہے والعلوم عند اللہ کہ جھوٹے کام کا جوتا

لے یعنی ایسا جوتا جس پر اصلی کے بجائے نقلی تکرار لگایا گیا ہو۔

مرد و زن سب کے لئے مکروہ ہونا چاہیے۔ ” اُسکے لکھا ہے۔ ” ہاں
 سچے کام کا جو تاخوروں کے لئے مطلقاً جائز، اور فروع کے واسطے الح
 فائدہ : یہ عجیب مسئلہ ہے کہ جھوٹا کام تو مکروہ اور سچا جائز۔

(۳۱) عرض : کافر جو بولی دیوالی میں مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں،
 مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں ؟

اسرشداد : اُس روز نہ لے۔ ہاں اگر دوسرے روز دے تو لے لے،
 نہ یہ سمجھ کر کہ ان خبیثہ کے تیوہار کی مٹھائی ہے، بلکہ مالِ فومی نصیب
 غازی سمجھے۔ (ملفوظات ص ۱۰۳ حصہ اول)

فائدہ : یہ عجیب معاملہ ہے کہ پہلے دن تو حرام اور دوسرے دن حلال،
 اور پھر لے کر بھی ان سے یہ اخلاق برتے کہ وہ خبیث اور موزی ہیں اور یہ مسلمان
 مفت میں غازی بن گیا۔ اور کتاب و سنت سے دلیل نہ بیان کی۔

(۳۲) کراہتِ نماز بغیر زیور : ” اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا عورت کا بے زیور نماز پڑھنا مکروہ جانتیں۔ ”

(عرفانِ شریعت ص ۱۹)

فائدہ : اس روایت کی تصریح وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ صرف
 مجمع البحار کا حوالہ دے دیا۔ کتاب مذکور کو دیکھا، مگر وہاں بھی کتاب حدیث
 اور اس کی صحت وغیرہ کا ذکر نہ درپس کتب فقہ سے اس کی کراہتِ شرعی

ثابت کرتے۔ بظاہر اصولِ شریعت ایسی نماز کو مکروہ نہیں کہیں گے۔

(۳۳) صراطِ مستقیم دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو سیدھی چلی گئی ہے جس میں پیچ و خم ہی نہیں، مگر واسطہ کی ضرورت ہے کہ بغیر واسطہ پہنچ ہی نہیں سکتا۔ اور دوسری یہ کہ اٹھا اور سیدھا مقصود تک پہنچا۔ پہلی اور انبیاء، اور دوسری صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے الخ۔ (ملفوظات ص ۶۱ حصہ دوم)

فائدہ : دیکھو کس قدر غلو ہے، اور دیگر انبیاء کی کتنی توہین ہے، کیا ان کا راستہ پیچ و خم والا تھا، جس کے لئے واسطہ کی ضرورت تھی، توحید و معرفت کا طریق تو سب کا یکساں تھا، ضروری تھا کہ اس مبہم بات کی پوری وضاحت ہوتی۔

(۳۴) قضا نماز کا طریق : احکام شریعت ص ۱۸ حصہ دوم میں قضا نماز کی سہولیت یہ بیان کی ہے کہ رکوع و سجدہ میں صرف ایک بار سبح پڑھے۔ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کے بجائے صرف تین بار سُبْحَانَ اللَّهِ پڑھے اور التَّحِيَّات کے بعد دُرُود و دعا کے بجائے صرف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ پڑھے۔

فائدہ : اس کی سند کیا ہے، کیا اس سے نماز مکروہ نہ ہوگی؟ اسی

اختصار نے تو لوگوں کو دلیر کر دیا ہے۔

(۳۵) عوض : کھانا کھانے کا سنون طریقہ کیا ہے؟

ارشاد : دامن پاؤں کھڑا ہو اور بایاں بچا۔ اور روٹی بائیں ہاتھ

میں لے کر داہنے سے توڑنا چاہیے، ایک ہاتھ سے توڑ کر کھانا اور

دوسرا ہاتھ نہ لگانا عادت متکبرین ہے (ملفوظات ص ۸۸ حصہ اول)

فائدہ : اس طرح سے روٹی توڑنے کی سنت کہاں سے لی ہے، جس

کے ترک کو عادت متکبرین کہا ہے۔

کذب بیانی

(۳۶) ڈاڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسق ملعن ہے اسے امام

بنانا گناہ ہے، فرض ہو یا تراویح، حدیث میں اس پر غضب اور

ارادۂ قتل کی وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اور قرآن عظیم میں اس پر

لعنت ہے۔ (احکام شریعت ص ۱۸۸ حصہ دوم)

فائدہ : ارادۂ قتل وغیرہ کی صحیح حدیثیں کس کتاب میں ہیں اور کون

قرآن عظیم میں لعنت کا ذکر ہے۔ ڈاڑھی کا وجوب ثابت کرنا بھی مشکل ہے۔

قرآن شریف میں صریحاً ایک جگہ حضرت ہارون علیہ السلام کی ریش مبارک کا

ذکر ہے۔ باقی قرآن میں تو کہیں اشارۃً یا صریحاً اس کا ذکر تک نہیں،

لعنت کا فتویٰ کیسا، اور واجب القتل کیونکہ۔ یہ قرآن کریم کے متعلق صریح کذب بیانی ہے۔

واضح ہو کہ اسی فرضی مجدد نے دوسرے رسالہ عرفان شریعت ص ۱۱ میں لکھ دیا ہے کہ ”ڈاڑھی کے متعلق قرآن پاک میں پانچ آیتیں ہیں۔ خدا معلوم وہ کہاں ہیں؟“

(۳۷) وہابیہ مثل یہود کے ہیں، اور وہابیہ کی کہیں ایک ٹہریہ بھی نہیں۔ (احکام شریعت ص ۱۲۱ حصہ دوم)

فائدہ: یہ صریح کذب اور خلاف مشاہدہ ہے۔ وہابیہ نجدیہ کی حکومت قریباً ایک سو سال سے صوبہ نجد (عرب) میں چلی آرہی ہے، اور اس مجدد کی وفات سے تین سال بعد حجاز میں بھی آگئی اور اب تک وہاں موجود ہے۔

(۳۸) جیسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ ہیں کہ ہم میں کوئی نہیں پیتا، مگر فتویٰ اباحت ہی پر دیتا ہوں۔

(احکام شریعت ص ۱۶۹ حصہ سوم)

فائدہ: یہ سب تقریر حقہ کے متعلق ہے جس سے وضو کرنے کا فتویٰ پہلے گزر چکا ہے۔ اب دوسرا حوالہ دیکھو، جس میں صاف موجود ہے کہ میں حقہ پیتا ہوں۔

ملفوظات منہاج حصہ دوم میں ہے۔ ”ہاں حقہ پیتے وقت (بسم اللہ)

نہیں پڑھتا۔ اب ذرا انصاف سے دیکھو کہ کس قدر کلام میں اختلاف ہے جو کسی مجدد کی شان کے لائق نہیں۔

(۳۹) "وہابیہ منسوب بہ عبد الوہاب نجدی ہیں۔ ابن عبد الوہاب

ان کا معلم اول تھا۔ اُس نے کتاب التَّوْحِيد لکھی۔ اس کے

بعد لکھا ہے۔ "تَقْوِیۃَ الْاِیْمَانِ اسی کتاب التَّوْحِيد کا ترجمہ ہے"

(کوکبہ شہابہ ص ۵۹ طبع بار چہارم)

فائدہ : یہ صریح کذب ہے جس کو اب تک اہل بدعت بیان کرتے پھرتے

ہیں۔ دونوں کتابیں موجود ہیں۔ مقابلہ کر کے دیکھ لو، زمین و آسمان کا فرق

ہے۔ مضامین کی ترتیب بالکل مختلف ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن

عبد الوہاب نجدی المتوفی ۱۲۱۷ھ کی کتاب التَّوْحِيد غالباً شیخ اسماعیل شہید

المتوفی ۱۲۴۶ھ نے جو بھیجی بھی نہ ہوگی۔

۸۔ بد تہذیبی

(۴۰) وہابی، دیوبندی جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے

مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا، مسلم ہو، یا

کافر اصلی، یا مرتد انسان ہو یا حیوانِ محض، باطل اور زناخالص

ہوگا اور اولاد و لدا الزنا۔ (ملفوظات ص ۱۵۱ حصہ دوم)

فائدہ : اس مجہد کا معیار تہذیب دیکھو کہ حیوانِ محض سے بھی نکاح تجویز کرتا ہے اور کیسے بدترین الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ نیز معلوم رہے کہ حیوان سے نکاح کرنے کا ذکر اس مجہد نے اپنی دوسری کتاب احکام شریعت ص ۱۱۲ حصہ اول میں بھی کیا ہے۔

تنبیہ : واضح ہو کہ حقیقی معنی میں ہندوستان کے اندر اہل السنّت والجماعۃ ایک ہی قوم ہے، جو جماعت دیوبندیہ کہلاتی ہے، البتہ قلیل تعداد میں حضرات اہل حدیث کی جماعت بھی ہے جو بالعموم عقائد میں جماعت دیوبندیہ سے موافق ہے گو ان میں سے بعض لوگ غایت تشدد و تعصب کی وجہ سے حضرات ائمہ مجتہدین کو برا بھلا کہتے ہیں اور اتباع ائمہ کو شرک و کفر سمجھتے ہیں۔ (جیسے کہ اہل بدعت اپنے آپ کو خنفی فتنی کہلا کر شرک و فسق میں مبتلا ہیں)۔

اب یہ بزرگان دیوبندیہ مدتِ مدیدہ سے کتاب و سنت کی خدمت اور بدعات و شرکیات کا قلع قمع کر رہے ہیں، مگر ان اہل بدعت نے جن کا سرگروہ یہ فرضی مجہد ہے، ان پاک بزرگوں پر بھی طعن و تشنیع اور سب و شتم کرنے سے دریغ نہ کیا، بلکہ تحریر و تقریر میں ان کے متعلق کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا، اور یہاں تک کہہ دیا کہ من شک فی کفرہم فقد کفر۔ یعنی جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی یقیناً کافر ہے۔ نیز یہ بھی لکھ دیا کہ ان لوگوں کا ذبیحہ ناپاک و حرام ہے۔ ان میں سے مستحقین کو زکوٰۃ دینا حرام ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز۔ ان کے

معصوم بچوں کو پڑھانا حرام۔ اگر ان کی ہمسائیگی ہو تو ان کا کوئی حق ہمسائیگی واجب نہیں۔ ان سے نکاح پڑھوانا باطل بلکہ ان کے بجائے برہمن ہندو ایجاب و قبول کر لے تو بہتر ہے۔ نہ ان کی نوکری جائز، نہ کوئی بات چیت، نہ کوئی خرید و فروخت۔ غرض ان کے ساتھ کسی قسم کا معاملہ جائز ہی نہیں ہے، اور ان اہل باطل نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر یہ دیوبندی لوگ اب اپنے کفر و ارتداد و دیگر خرابیوں سے توبہ بھی کرنا چاہیں، تب بھی قابل قبول نہیں۔ بلکہ ہر صورت میں (معاذ اللہ تعالیٰ) واجب القتل ہیں۔ اور یہ تمام امور اس رئیس گروہ فرضی مجدد کی تقریباً تمام تصانیف (بالخصوص کتب مذکورہ رسالہ ہذا) میں مندرج ہیں اور ان میں کتنی کتنی بار ان امور کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ حضرات دیوبندیہ علاوہ حنفی مسلک اختیار کرنے کے جس کی تصدیق خود دارالعلوم دیوبند جاکہ اور ان کی تقاریر سن کر بھی ہو سکتی ہے، مراتب سلوک احسان طے کئے ہوئے ہیں۔ اور مطابق سنت نبوی بیعت و ارشاد کا طریق بھی اختیار کئے ہیں۔ اور اس کی ترغیب دیتے رہتے ہیں۔ مگر ان نالائق لوگوں نے ایسے کامل بزرگوں اور ان کے مسلک پر چلنے والوں کو بھی لقب و ہابیر سے یاد کیا (حالانکہ فرقہ و ہابیر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف منسوب ہے جو غنبلی طریق کا آدمی تھا) اور ایسے محقق اور نیک نیت مقلدوں کو غیر مقلد کہہ کر ان کو دوسرے غیر مقلدوں کے ساتھ شریک کر دیا۔ والسلام۔ صفر المظفر ۱۳۵۸ھ۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بعض خصوصیات و علامات اہل بیت

① توحید باری تعالیٰ سے دُور بھاگنا۔ عظمت و جلال الہی کا منقود ہونا۔ محض ظاہری محبت کا دعویٰ کرنا۔

② خداوند تعالیٰ کی قدرت کو محدود ماننا کہ وہ فلاں فلاں اشیاء پر قادر نہیں۔

③ بالعموم خدائی صفاتِ خاصہ (مثل علم محیط و قدرت کاملہ وغیرہ) و افعال و اسماء کو مساوی درجہ میں حضراتِ انبیاء و اولیاء میں تسلیم کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی قدیم اہدیٰ ذات کا جزو لاینفک قرار دینا۔

④ انبیاءِ علیہم السلام کو نام سے خطاب کرنا۔ مثلاً یا محمدؐ کا وظیفہ پڑھنا، اور مساجد و مکانات و اشتہارات میں اسے تحریر کرنا۔ حالانکہ یہ پرلے درجہ کی بے ادبی ہے کہ اپنے سے بڑے کو نام سے پکارا جائے یہی سلوک اولیاء اللہ سے بھی کرنا مثلاً حضرت محبوب سبحانیؒ کو یا شیخ

عبدالقادرجیلانیؒ کہہ کر پکارنا۔

⑤ انبیاء کو نفس مرتبہ انسانیّت و عبدیت سے جو ان حضرات کے لئے بڑا ذاتی کمال ہے، خارج کرنا۔ بالخصوص حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح سے سخت توہین کرنا۔

⑥ "أَنَا مِنْ نُورِ اللَّهِ وَالْخَلْقُ مِنْ نُورِي" کی موضوع حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہوئے سب مخلوق (حتیٰ کہ فرعونؑ البوجہل بلکہ ابلیس لعین) کو نوری کہنا، جس سے دوسرے الفاظ میں اپنے آپ کو بھی نوری لباس پہنایا۔

⑦ ہر وقت لوگوں کو "نُورِی بَشَرِی" کی بحث میں پھنسا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی کمالات کا انکار کرنا، جس سے ایک گونہ معراج جسمانی کے بڑے معجزے کا انکار کرنا ہے (کیونکہ جب جسم خاکی نہ اُرد، تو معراج صرف روح کو ہوئی ہوگی جو نوری چیز ہے)۔

⑧ حضرات انبیاء و اولیاء کو خدائی صفات و افعال سے متصف کرنا۔ اُن کو ہر وقت عالم الغیب و حاضر و ناظر ماننا۔ ان سے حاجات رُتق و غیر مانگنا۔ اُن کو دُور سے پکارنا۔ اُن کے نام کا وظیفہ پڑھنا۔ ان کو سجدہ و طواف کرنا۔ ان کے نام پر روزے رکھنا۔ ان کی قبروں پر ان کو خوش کرنے کے لئے جانور ذبح کرنا اور نذریں پڑھنا۔ حتیٰ کہ بعض اولیاء مثل

حضرت خواجہ ابھیریؒ کو رسولِ ہند کہنا وغیرہ وغیرہ۔

۹) ان حضرات کی قبور کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اور دیگر عبادتیں کرنا۔ بغداد شریف کی طرف منہ کر کے ہاتھ باندھ کر امداد طلب کرنا اور دیگر افعال کرنا۔ بعضوں کا قبور پر سر و دستاویگی کے ساتھ عیدوں کی طرح میلے کرنا۔ ان عرسوں میں رقص و وجد کرنا۔ حتیٰ کہ بعض کابلے ہوشی میں ننگا ہو جانا اور اس فعل کو بہت متبرک سمجھنا۔

۱۰) شریعت میں عام طور پر تاویلات و قیاساتِ فاسدہ سے کام لینا۔ اکثر جگہ ائمہ مجتہدین کی طرح اجتہاد کرنا۔ گو نظام اس امر کا قائل ہونا کہ اجتہاد دوسری یا چوتھی صدی کے بعد ختم ہو گیا۔

۱۱) آج کل کے اجتماع کو حجت سمجھنا، حالانکہ از روئے شرع صرف اول کے تین زمانوں کا اجماع اُمتِ حجت ہے۔

۱۲) بدعتِ بشریٰ کو کوئی چیز نہ سمجھنا۔ نہ اس کی صحیح تعریف مع مثال پر قادر ہونا۔ سنت و بدعت میں فرق نہ کر سکرنا۔

۱۳) خوابوں، الہاموں اور بزرگ لوگوں کے کشفوں پر مذہب کا دار و مدار رکھنا۔

۱۴) ان کے علماء کا علمِ قرآن و حدیث میں ماہر نہ ہونا۔ اور حدیث شریف اور اصحابِ حدیث مثل امام بخاریؒ وغیرہ سے خاص نفرت رکھنا۔

۱۵) فقہ کی اکثر کمزور یا موضوع روایتوں کا حافظ ہونا، اور ان پر عمل کرنا، صحیح مسائل فقہی سے ناواقف ہونا۔ نکات و اسرار و لطائف فقہیہ سے بالکل عاری ہونا اور مستند کتابوں کا حوالہ نہ دے سکتا۔

۱۶) قراءت و تجوید سے جس سے قرآن شریف کو صحیح و عمدہ ترتیل سے پڑھا جائے، بے نصیب ہونا، اور اطمینان قلب و عظمت الہی کی حالت میں تلاوت قرآن پر قادر نہ ہونا۔

۱۷) مطالعہ کتب سلف صالحین و ائمہ محققین متقدمین سے سنت نفوس ہونا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مستند سیرت اور بزرگان دین کے صحیح اقوال و احوال سے جاہل ہونا۔ غرض تاریخ اسلام سے بالعموم عاری ہونا۔

۱۸) بعض بے خوف لوگوں کا بزرگوں کی کتابوں کو رد و بدل کر کے شائع کرنا۔ (مثال کے لئے ملاحظہ ہو ترجمہ قرآن مع موضح القرآن شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی)

۱۹) بالعموم قرآن شریف کا درس ان میں کم ہونا (و جس اس کی یہ کہ قرآن میں توحید کوٹ کوٹ کر بھری ہے، اور یہ اس سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ باقی علوم نبویہ و شریعیہ کی تدریس بھی ان میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

۲۰) علوم قرآن و حدیث پر ان کی کسی محققانہ تصنیف کا ہرگز نہ ہونا۔

(۲۱) ایک خاص موضوع پر تقریر نہ کر سکتا بلکہ رطب و یابس کو ملا دینا۔ نیز مجمع علماء کے سامنے آیات توحید مثل سورۃ فاتحہ و سورۃ اخلاص کی تفسیر کو بھی اصول شرعی کے متعلق چند منٹ کے لئے بیان نہ کر سکتا۔

(۲۲) زبان عربی میں بہت کم مہارت رکھنا۔ نہ اعلیٰ عربی پر قادر ہونا، اور نہ بولنے پر معمولی سے معمولی فقروں کے اُردو ترجمہ کی بھی جرأت نہ کرنا۔

(۲۳) اہل حق کے ساتھ منہظرہ سے فرار کرنا۔ بلکہ کفار سے مقابلہ پر قادر نہ ہونا (کیونکہ علاوہ کم علی اور پست ہمتی کے وہ کفار اول اول انکی قبر پرستی و شرکی تعلیم کی مٹی پلید کرتے ہیں)۔

(۲۴) شرعی مباحلہ میں حق و باطل میں فیصلہ کرنے کے لئے میدان میں نہ آنا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگو کہ ”یا اللہ ہمیں اپنے رستہ میں اس طرح شہادت عطا فرما کہ ہمارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں“ تو ہرگز ہاتھ نہ اٹھا سکتا۔

(۲۵) وعظ و تبلیغ کے لئے بغیر اجرت ہرگز تیار نہ ہونا۔ بلکہ اجرت لے کر بھی جرأت نہ کر سکتا۔ خلافِ شرع امر کو دیکھ کر نہ ہاتھ سے نہ زبان سے حکم بلکہ ”الفضلُ الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائز“ پر عمل کرنے والوں کو برا بھلا کہنا۔

(۲۶) اہل حق و متبعین سنت و مددِ رسینِ حبیب و فقہ کو کافر و وہابی

کہنا۔ بات بات میں تکفیر کا فتویٰ دینا۔

۲۷) ناجائز و غیر مشروع طریق پر مولود خوانی کرنا۔ اس میں مبالغہ آمیز

اشعار پڑھنا، اور وجد کہنا اور دیگر خلافِ شرع امور کا ترکیب ہونا۔

۲۸) ان کے اکثر بلکہ تقریباً تمام پیروں کا علم و تقویٰ سے عاری ہونا سنت

سے دُور بھاگنا، عورتوں سے بیعت کے وقت مصافحہ کرنا۔ ان کے

سر پر برکت لے لئے ہاتھ پھیرنا۔ ان کو بھولے تعویذ گنڈے دینا وغیرہ وغیرہ۔

۲۹) اکثر مریدوں کا ان کی تصاویر کو بطور برکت کے قرآن وغیرہ میں رکھنا۔

تصورِ مشائخ کہ وہ مطلع ہو کہ اپنی قدرتِ تامہ سے ان کی تربیتِ روحانی

کرتے ہیں، پر کار بند ہونا۔

(۳۰) ان پیروں کے متعلق اکثروں کا یہ عقیدہ رکھنا کہ کمالِ معرفت کو پہنچ

جانے کی وجہ سے ان سے نماز وغیرہ فرائض ساقط ہو جاتے ہیں۔

۳۹) سب و شتم کرنا۔ بالخصوص علماء محققین کو جنہوں نے کفار کی بیخ کنی

میں خوب کام کیا (مثلاً شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی دیوبندیؒ)

کے، کہ ان کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔

(۳۲) ان کے چہروں پر بوجہ عدم اخلاص فی التَّوْحِيدِ و قَلَّتْ عَمَلِ بَرِّئَتِ کے

بِسْمِ نُوْرٍ وِیْمَنِ وَبِرِکَتِ وَفَاسْتِ وَرَوْقِ کَے اَنَارِ کا ظاہر نہ ہونا۔

۴۲) تمام مشائخ یا جن کی قبور قبہ دار ہوں، ان کے متعلق قطعی بہشتی ہونے کا

عقیدہ رکھنا (ہاں غالب اُمید مغفرت کی رکھنا یہ اور بات ہے)۔

(۳۲) بعض بزرگوں کے مزارات پر بھشتی دروازوں کا کھولنا اور حج سے زیادہ مخلوقات کا وہاں جانا۔ اور غلط عقیدہ رکھنا۔

(۳۵) اکثر عوام اہل بدعت کا تعزیوں پر ردنا پیٹنا۔ بلکہ بعضوں کا خود تعزیے بنانا۔ حتیٰ کہ ان کے کئی بڑے علماء کا تعزیوں کی حمایت میں، اور سرکوبی و سیاہ پوشی کی تائید میں کتابیں لکھنا۔

(۳۶) تعظیماً لوگوں کے سامنے جھکنا، حتیٰ کہ رکوع بلکہ سجدہ کے قریب ہو جانا۔

(۳۷) اکثر (عوام) کا خاص دنوں کو منحوس سمجھنا اور اچھی بُری تاریخ اور دن کا پوچھنا اور ان سے شگون لینا۔

(۳۸) قسمیں بہت کھانا، بالخصوص جھوٹی۔

(۳۹) اَدْعِیَہ مَا تُوْرَک سے دُور بھاگنا۔ دُعَا رَکِیْع العرش اور دُرُود تاج وغیرہ کی کثرت کرنا، جن کے مصنفین کا حال ندارد، ان کے فضائل بناوٹی، بلکہ ان کے اندر بعض الفاظ بالکل خلاف شریعت۔ کم از کم دس صحیح نبوی دعائیں بھی ان کو اور ان کے علماء کو یاد نہ ہونا۔

(۴۰) مثل ہنود و شیعہ کے خاص پابندیوں کے ساتھ رسومِ سوْم، ہفتَم، جمعراتیں، چہلم، برسی کرنا، اسی طرح دیگر تقریباتِ عقیقہ وغیرہ پر رسوم ناجائز کرنا۔ شادی میں ناچ و راگ و رنگ کرنا، اور اس میں بالعموم سودی وغیرہ روپیہ

لگا کر اسراف کرنا۔

تنبیہ : یہ چالیس مشہور علامات بیان کر دی گئی ہیں۔ باقی اور سینکڑوں علامات متعلقہ عبادات و معاملات، معاشرت وغیرہ ہمارے پاس محفوظ ہیں بوقت ضرورت ان کو بھی انشاء اللہ العزیز شائع کیا جائے گا۔ واللہ یرحمہ السبیل۔

ضمیمہ

مولوی احمد رضا خان صاحب کے چند علمی جواہر پارے تو آپ نے ملاحظہ کر ہی لئے ہیں۔ اب ان کی بہتان تراشیوں کے چند نمونے بھی دیکھ لیجئے۔ انہوں نے حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید مظلومؒ کے دمر چند ایسے عقائد لگائے ہیں جن کا مظلوم کو کبھی تصور بھی نہیں ہوا ہوگا۔ خان صاحب نے جو گندے عتیدے شاہ شہید مظلومؒ وغیرہ کی طرف منسوب کئے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں :

ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان، زمان، جہت، ماہیت، ترکیب عقلی سے پاک کہنا، بدعتِ حقیقیہ کے قبیل سے ہے اور صریح کفروں کے ساتھ گننے کے قابل ہے۔ اس کا سچا ہونا کچھ ضرور نہیں، جھوٹا بھی ہو سکتا ہے، ایسے کو کہ جس کی بات پر اعتبار نہیں، نہ اس کی کتاب قابلِ استناد، نہ اس کا دین لائقِ اعتماد، ایسے کو کہ جس میں ہر عجیب و غریب فتنہ کی گنجائش ہے، جو اپنی مینشیت (بڑائی اور پیری) بنی رکھنے کو قصدِ اعلیٰ بننے سے بچتا ہے۔ چلے ہے تو ہر گندگی میں آلودہ ہو جائے۔ ایسے کو جس کا علم حاصل کئے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا علم اس کے

اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے۔ ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اذگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا، حتیٰ کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے۔ کھانا، پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نرٹ کی طرح کلا کیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بیبیانی کا مرتکب ہونا حتیٰ کہ محنت کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت کوئی قضیت (رسوائی) اس کی شان کے خلاف نہیں۔ وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مروی اور زنی کی علامتیں بالفعل رکھتا ہے۔ صمد نہیں جو فدا رکھکل (کھوکھلا) ہے۔ سیوح قدوس نہیں خنثی شکل ہے یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے ڈبو بھی سکتا ہے۔ نہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر، بندوق مار کر خود کشی بھی کر سکتا ہے۔ اس کے ماں باپ جو رد (بیوی) بیٹا سب ممکن ہیں بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ ربڑ کی طرح پھیلتا سمٹتا ہے۔ برمہا کی طرح چومکا ہے۔ ایسے کو جس کا کلام فنا ہو سکتا ہے جو بندوں کے خوف کے باعث جھوٹ سے بچتا ہے کہ کہیں مجھے جھوٹا نہ سمجھ لیں۔ بندوں سے چڑا چھپا کر پیٹ بھر کر جھوٹا بن سکتا ہے۔ (العیاض النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد ۱ ص ۱۷۰)۔ اس فتاویٰ کے حاشیہ پر خان صاحب نے ان ناپاک عقائد میں سے اکثر کو شاہ شہید منطوم کے سر متذہبات اور مجرّمین زور قلم اور جوشِ عداوت سے بزمِ خود ان کی کتابوں سے کشید کرنے کی نامبارک سعی کی ہے اور ایک اور مقام پر شاہ شہید منطوم کی عبارت پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

اس میں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے لئے کر سکتا ہے وہ سب خدائے پاک

کی ذات پر بھی رو ہے جس میں کھانا، پینا، سونا، پاخانہ، پھرنا، پیشاب کرنا، جلنا، ڈوبنا
 مرنا سب کچھ داخل الخ (کو کتبہ شہابیہ ص ۱۵۱)
 اور پھر آگے لکھا ہے کہ :

اسی قول میں صاف بتایا کہ جن چیزوں کی نفی سے اللہ تعالیٰ کی مسح کی جاتی
 ہے، وہ سب باتیں اللہ عز و جل کے لئے ہو سکتی ہیں ورنہ تعریف نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ
 کے لئے سونا، اونگھنا، بہکنا، بھولنا، جو رو، بیٹا، بندوں سے ڈرنا، کسی کو اپنی
 بادشاہی کا شریک کر لینا، ذلت و خواری کے باعث دوسرے کو اپنا بازو بنانا
 وغیرہ سب کچھ روا ٹھہرا (ص ۱۵۱ و ۱۵۲)۔

یقین جاتیے کہ ان نجس اور مردود عقائد میں سے ایک عقیدہ بھی نہ تو
 شاہ شہید مظلوم کا ہے اور نہ ان کے متوسلین میں سے کسی کا ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)
 ثم العیاذ باللہ تعالیٰ) انہ خود کسی بددیانت کا انکی کسی عبارت اور کتاب سے بزور کسی
 عقیدہ کا کشید کرنا صرف اس کی اپنی ذات تک محدود ہے اور بس، ان مظلوموں کا اس
 میں کوئی قصور نہیں، یہ خان صاحب کا خالص اقرار، صریح بہتان اور سفید
 جھوٹ ہے۔ ان عبارات میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی شانِ رفیع کے بارے
 میں ہے۔ اب چند اور حوالے بھی ملاحظہ کر لیں جو امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے بارے میں ہیں۔ صراطِ مستقیم کی ایک عبارت
 پر گرفت کرتے ہوئے خاں صاحب لکھتے ہیں :

مسلمانو! مسلمانو! خدا را ان ناپاک ملعونی، شیطانی کلموں کو غور کرو الخ
(کو کتبہ شہابیہ منہ ۳)۔ پھر آگے لکھا ہے :

مسلمانوں اللہ انصاف! کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان و قلم سے نکلنے کا ہے؟
حاشا للہ! پادریوں پنڈتوں وغیرہم کلمے کافروں، مشرکوں کی کتابیں دیکھو، جو
انہوں نے بزعم خود اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو لکھی ہیں شاید ان میں
بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے کہ ایسے کلمے ناپاک لفظ تمہارے پیارے نبی تمہارے سچے رسول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت لکھے ہوں کہ انہیں مواخذہ دنیا کا اندیشہ ہے مگر
اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امانت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے کس جگہ سے محمد،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ
دیئے اور روز آخر اللہ عزیز غالب قہار کے غضب عظیم و عذاب الیم کا اصلاً اندیشہ نہ
کیا مسلمانو! کیا ان گالیوں کی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی، یا
مطلع ہو کر ان سے انہیں ایذا نہ پہنچی۔ ہاں ہاں واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی
واللہ واللہ انہیں ایذا پہنچی واللہ واللہ جو انہیں ایذا دے اُس پر دنیا و آخرت میں
اللہ جبار و قہار کی لعنت اس کیلئے سختی کا عذاب شدت کی عقوبت الخ (کو کتبہ شہابیہ منہ ۳، ۳۱)

اور اسی کتاب ص ۱۱ میں لکھتے ہیں :

اور انصاف کیجئے تو اس کلمی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں الخ
یہ بات تو اپنی جگہ پر ہے کہ کیا شاہ شہید مظلوم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

(معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ) گالیاں دی ہیں یا نہیں؟ لیکن خان صاحب کے نزدیک تو انہوں نے ضرور (معاذ اللہ تعالیٰ) صریح سب و دشنام کے لفظ لکھے کہ پند تلوں اور پادریوں نے بھی ایسے نہ لکھے اور یہ الفاظ ایسے صریح ہیں کہ ان میں کسی تاویل کی گنجائش بھی نہیں ہے اور ان سے واللہ واللہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع بھی ہوئی اور ایذا بھی پہنچی (معاذ اللہ تعالیٰ)۔

اور یہی خان صاحب لکھتے ہیں کہ :

”جو شخص مسلمان ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دے یا حضور کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی وجہ سے حضور کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر اور خدا کا منکر ہو گیا، اس کی جو رو اس کے نکاح سے نکل گئی (حسام الحرمین ص ۲)۔ اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ :

اصل بات یہ ہے کہ اصطلاح ائمہ میں اہل قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو۔ ان میں سے ایک بات کا بھی منکر ہو تو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ شفا شریف و بزاز و در و غر و قنات و غیرہ وغیرہ میں ہے تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے (حسام الحرمین ص ۲۸۵)۔ اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ :

ایک ملعون کلام تکذیب خدا یا تنقیص شانِ سید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

میں صاف صریح ناقابل تاویل و توجیہ ہوا اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو، اب تو اسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے (حسام الحرمین ص ۲۵) اس سے بصراحت یہ ثابت ہوا کہ بقول خان صاحب شاہ محمد اسماعیل شہید مظلومؒ نے خدا تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح الفاظ میں اور کھلے طور پر توہین کی ہے اور سب دشنام کے الفاظ کہے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ اور اسی گستاخی کی ہے کہ اس میں کسی تاویل کی جگہ بھی نہیں ہے تو اس لحاظ سے شاہ شہید مظلومؒ کے کفر میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کیونکہ ان بالا عقیدوں میں سے ایک عقیدہ بھی ان کے قطعی کافر یا مرتد ہونے کیلئے کافی ہے چہ جائیکہ یہ سب یا ان میں سے بیشتر ان میں جمع ہو جائیں۔ پھر بھلا ان کے کفر میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ اگر ان کو کافر نہ کہا جائے تو خود انسان کافر ہو جائے گا اور خالص کفر کو اسلام ماننا پڑے گا۔ ہمارے نزدیک تو نہ حضرت شاہ شہید مظلومؒ کے یہ عقیدے تھے اور نہ وہ کافر ہیں۔ وہ بکے مسلمان ولی اللہ اور شہید تھے۔ بات خان صاحب کی ہو یہی ہے، ان کے نزدیک شہید مظلومؒ نے یہ سب کچھ صریح الفاظ میں کہا ہے جس کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ مگر بے حد تعجب اور انتہائی حیرت ہے کہ خان صاحب حضرت شاہ شہید مظلومؒ کو پھر بھی کافر نہیں کہتے۔ چنانچہ وہ خود کہتے ہیں کہ علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو الجواب وبہ یفتیٰ وعلیہ الفتویٰ وھو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامة وفیہ السداد۔" یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا اور اسی پر

فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت (سبحان السبوح منہ وحسام الحرمین ص ۱۷۷)۔ اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ:

”امام الطائفہ السخیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے اھ (حسام الحرمین ص ۱۷۷)

اس سے صاف ظہور معلوم ہوا کہ خان صاحب اپنے فتویٰ کی رُو سے خود —
ڈبل کافر ہیں کیونکہ وہ ایک کھلے کافر کو کافر نہیں کہتے۔ اسی طرح جو بریلوی حضرات خان صاحب کے کفر اور مغرب ہونے میں شک کرتے ہیں، خان صاحب کے فتوے کی رُو سے وہ بھی کافر ہیں گویا خان صاحب یوں گویا ہیں کہ ع
ہم تو ڈوبے تھے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

اللہ تعالیٰ کے ولی اور شہید اور اسی طرح دیگر علمائے حق کو بُرا کہنے کا یہ نتیجہ ہے کہ خان صاحب اپنے فتویٰ کی رُو سے خود کافر قرار پائے جن کی ساری زندگی لوگوں کی تکفیر میں صرف ہوئی۔ قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ خود ان کے اپنے قلم سے ان کے حق میں کفر کا فتویٰ تیار ہوا ع جاو وہ جو سرچرچہ ہوئے

اللہ تعالیٰ نفسِ امارہ کی شرارتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔
وَصَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلٰی رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ

دَلِيلُ الْمُشْرِكِينَ

مصنفہ مولانا احمد الدین صاحب بگٹی

تلمیذ حضرت مولانا شاہ محمد اسحق صاحب محدث دہلوی
مع اردو ترجمہ

ایضاح المؤمنین

از حضرت صوفی عبد الحمید حصہ سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم

شُرک اور اس کی مختلف قسمیں اور اس کی کثیر الوقوع صورتیں جو عام طور پر انسانی سوچ میں پائی جاتی ہیں، ان پر بڑے اچھے طریق سے بحث کی گئی ہے اور ہر ایک بات کی دلیل قرآنی آیات، احادیث نبویہ، قول و فعل صحابہ کرامؓ، ائمہ مجتہدین کے اقوال اور سلف صالحین کے مسئلہ اصولوں کی روشنی میں کی گئی ہے۔ ایک سو تینتیس سال کے بعد یہ اہم قلمی کتاب پہلی دفعہ مدرسہ نصرۃ العلوم کی طرف سے زیور طباعت سے آراستہ ہو گئی ہے۔ بلا تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

ادارۂ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

عقائد اہل السنّت والجماعت

المعروف

عقیدۃ الطحاوی

صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کے متفق علیہ عقائد کا مستند ترین مجموعہ جس کو پڑھ کر تمام مسلمان اپنے دین و اسلام کو محفوظ کر سکتے ہیں، اصل عربی عبارت نہایت خوشخط ایک کالم میں نہایت آسان سلیس اردو ترجمہ ہے جسے خواص و عوام سب پڑھ کر اپنے عقائد کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ ابتداء میں عقیدہ کی اہمیت اور ضرورت پر، اور امام طحاویؒ کی مختصر سوانح حیات پر ایک ایمان افروز اور مفید ترین مقدمہ بھی ہے۔

البيان الازہر

عقائد کے بیان پر مشتمل یہ مختصر رسالہ جس کے مصنف حضرت امام اکرم ابو حنیفہؒ ہیں۔ گمراہ نظریات اور گمراہ فرقوں کی کج روی سے اپنے دین و ایمان کو بچانے کی ہر دور میں اہمیت رہی ہے اور آج کے کج اندیش اور گمراہیوں سے پُر دور میں اس کی ضرورت سب سے زیادہ ہے ہر خود ڈکلاں اس بزرگ امام کے اس کتابچہ کو پڑھ کر اپنے ایمان و عقیدہ کی اصلاح اور اپنے اہل و عیال کے ایمان و اعتقاد کی حفاظت کر سکتا ہے۔

مکتبہ صفدیہ نزد مدرسہ نصر العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ